بڑھتی ہوئی شہر کاری کے چیلنجز اور ہماری ذمہ داریاں

حکیم نازش احتشام اعظمی

اقوام متحدہ کے اندازوں کے مطابق سن 2050 تک دنیا کی آبادی میں کئی ارب کا اضافہ ہو جائے گا اور اس آبادی کا قریب دو تہائی شہروں میں مقیم ہو گا۔ اس لیے شہروں میں انفراسٹرکچر اور خدمات کے شعبوں میں ترقی لانی ہو گی، تاکہ رہائش، پانی، سوریج، روزگار، تعلیم، صحت اور ٹرانسپورٹ کے معاملات درست رہیں۔ کچھ شہروں کی آبادی میں تیز رفتار اضافے کی وجہ سے مضافاتی بستیوں میں بھی اضافہ ہوا ہے، بلکہ مضافاتی بستیاں بھی اب شہروں کا روپ دھار چکی ہیں۔ افریقہ، ایشیا اور جنوبی امریکہ میں لاکھوں افراد ایسی ہی بستیوں میں آباد ہیں، جہاں پینے کے پانی اور نکاسی آب کے خاطر خواہ انتظامات نہیں ہیں۔ اگر ہندوستان کی مذکورہ صورتحال کا جائزہ لیا جائے تو نتائج ہمارے سامنے آتے ہیں وہ اور بھی زیادہ بھیانک ہیں۔ صاف پانی کی رسائی یقینی بنانے کیلئے مختلف شہر روایتی طور پر زیر زمین پانی یا دریاؤں کا سہارا لیتے ہیں۔ مستقبل میں شہروں کیلئے پائیدار، قابل اعتبار اور مناسب طریقے سے تمام شہریوں تک صاف پانی کی فراہمی یقینی بنانا ایک بڑا چیلنج ہو گا۔ مختلف بھارتی شہر صاف پانی کی رسائی کے مسائل سے دوچار ہیں۔ خبریں تو یہاں تک ہے کہ ہم ایڑی چوٹی کا زور لگانے کے باوجود ایک تہائی شہری باشندوں کو صحت بخش اور صاف پانی فراہم کرانے میں تک کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ ترقی پذیر ممالک میں شہر کاری میں اضافے کی وجہ سے قلیل وسائل پر شدید دباؤ پڑ رہا ہے۔ غریبوں کے لیے صحت بخش غذا کا حصول ایک بڑا مسئلہ ہے۔ یوگینڈا کے دارالحکومت کمپالا میں شہری زراعت کے ایک پروجیکٹ کی مدد سے مختلف خاندان اپنے لئے خوراک کا حصول خود یقینی بنا رہے ہیں، جب کہ اضافی اجناس بیچ دی جاتی ہیں۔ شہر فضائی آلودگی کا اہم منبع ہیں اور کئی کا تو حال ہی برا ہے۔ میکسیکو سٹی ایسے ہی شہروں میں سے ایک ہے، جو ہر وقت دھند میں رہتا ہے۔ رواں سال کے آغاز پر فضائی آلودگی کی حالت یہ تھی کہ حکام کو میکسیکو سٹی کی سڑکوں پر گاڑیاں چلانے سے مکمل طور پر پابندی عائد کر دی ہے۔ جب کہ عوام سے کہا گیا کہ وہ گھروں ہی میں رہیں۔ میکسیکو ہی میں رواں سال کے آغاز پر 'ڈرائیو مت کیجیے' نامی ہدایات نافذ کرنے کے بعد شہر کے رہائشیوں کو گاڑیاں شہر سے باہر کھڑی کرنی پڑیں۔ ان اقدامات کے ساتھ ساتھ شہر میں درخت لگانے کی مہم اور مختلف اسپتالوں میں دھواں جذب کرنے والی ٹائلیں تک لگانے جیسی کاوشیں کی گئیں۔ خیال رہے کہ صحتمند زندگی اور ڈھیروں موذی بیماریوں سے محفوظ رہنے کیلئے کسی بھی ملک میں 25 فیصد جنگلات کا ہونا لازمی ہے۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ صحت اور شہروں کو بیماری کا شہر بنانے کے مشن پر گامزن سارا معاشرہ ہمارے ہاں درخت نہیں بلکہ اس کی لکڑی کو زیادہ اہمیت دے رہا ہے، اس لیے ہمارے ہاں جنگلات آہستہ آہستہ ناپید ہو رہے ہیں۔ غور کرنا چاہئے کہ جن لکڑیوں کا استعمال کر کے اپنے گھروں کی آرائش وزیبائش پر ہم شہری لوگ اپنی صحت کا سودا کر رہے ہیں وہ آرائش وزیبائش اور ہمارے عالیشان محل دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ جب ہم ہی نہیں ہوں گے اور ہماری

ہوس پرستی کے نتیجے میں شہر کی آب وہوا آلودہ اور انفیکشن سمیت درجنوں بیماریوں کی آماجگاہ بن جائے گی اس وقت اس آرائش وزیبائش اور ٹھاٹ کے مزے کون لوٹے گا۔ اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں ہے کہ جدید شہر کاری یا اربنائزیشن کے بڑھتے ہوئے رجحان سے صرف گاؤں ہی خالی نہیں ہو رہے ہیں، بلکہ شہروں میں انسانی آبادی سیلاب کی شکل اختیار کرتی جا رہی ہے۔ گاؤں سے شہروں کی جانب ہجرت کے اس چلن نے اپنی بستیوں کو ویران بنانا شروع کر دیا ہے۔ وہاں کبھی ہم اپنے گھروں کے ارد گرد ڈھیر ساری سبزیاں اگا کر کم از کم ملاوٹی اور کھاد پانی سے پیدا کی گئی زہریلی سبزیوں سے اپنے برتنوں اور اپنی صحت کو محفوظ رکھا کرتے تھے۔ مگر شہروں کی چکاچوندھ سے لطف اندوز ہونے کیلئے ہم نے اپنے گاؤں کو الوداع کہہ دیا اور اس سے ہماری صحت پر جو مضر اثرات پڑے ہیں امید ہے کہ معزز قارئین مندرجہ بالا سائنسی تجزیہ سے ساری باتیں بخوبی سمجھ گئے ہوں گے۔ قابل ذکر ہے آلودگی سے ماحول اور شہریوں کو محفوظ رکھنے میں جنگلات کا اہم کردار ہوا کرتا ہے۔ کسی زمانے میں یہی جنگلات لاکھوں ایکڑ پر محیط تھے۔ مگر اب صرف ہزاروں ایکڑ تک محدود ہو گئے ہیں۔ اگر درختوں کی کٹائی کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو یہی جنگلات کچھ سو ایکڑ تک محدود ہو کر رہ جائیں گے۔ ایک اندازے کے مطابق روس میں 48 فیصد، برازیل میں 58 فیصد، انڈونیشیا میں 47 فیصد، سوئیڈن میں 74 فیصد، اسپین میں 54 فیصد، جاپان میں 67 فیصد، کینیڈا میں 31 فیصد، امریکہ میں 30 فیصد، وطن عزیز ہندوستان میں 23 فیصد، بھوٹان میں 72 فیصد اور نیپال میں 39 فیصد جنگلات پائے جاتے ہیں۔ مگر افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے ملک میں بالخصوص شہری علاقوں میں پیڑ پودوں کی کٹائی نے فضا کو ایسی چوٹ پہنچائی ہے کہ اس سے بچانے کے کوئی جتن کامیاب نہیں سکیں گے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ہم کتنے ماحول دوست ہیں۔ اطلاعات ہیں کہ جنگلوں کی باز آبادکاری کیلئے ہمارے ملک میں اب جس درخت کو زیادہ اگایا جا رہا ہے وہ کونوکارپس (Conocarpus) ہے۔ یہ یہاں کا مقامی درخت نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق شمالی امریکہ سے ہے، جسے محکمہ جنگلات نے درآمد کیا ہے۔ ہمارے مقامی اشجار جن میں نیم، برگد، جامن، اور شیشم شامل ہیں، انہیں بالکل نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ تیزی سے ہو رہی شہر کاری اور طرز زندگی میں بے شمار تبدیلی کی وجہ سے بالعموم وطن عزیز جیسے ترقی پذیر ممالک کے لوگوں کو شدید الرجی اور اس قبیل کی دوسری بیماریاں درپیش ہو رہی ہیں۔ تحقیق اور مہارت کے فقدان کے ساتھ ہی، ترقی پذیر ممالک اس مسئلے سے نمٹنے کے لئے صحیح میکانزم نہیں رکھتے ہیں۔ ایسی بیماریوں پر زیادہ توجہ دینے کے مقصد سے چند برس پہلے 6 دسمبر سے 9 دسمبر تک ہندوستان میں پہلی بار الرجی کی بیماریوں پر پہلی بار ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد کی گئی تھی، جس میں تقریبا 30 ممالک کے تقریبا 90 ماہرین نے ما حولیات نے شرکت کی تھی۔ کانفرنس لیکچر، عوامی فورم، بحث اور بیداری کیمپ کے لئے بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں ورلڈ الرجی تنظیم کی صدر ڈاکٹر روبی پاکر بتاتی ہیں کہ الرجی کی خرابی طویل مدتی اور کرونک بیماریوں کا حصہ ہے اور ترقی پذیر ممالک میں یہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ شہروں میں بے تحاشہ بڑھتی ہوئی آبادی کا ناقابل برداشت ہجوم اور ہر جانب قائم کل کارخانوں

کے مسموم دھوئیں، سڑکوں پر فضاء کا سینہ چاک کر کے دندناتی گاڑیاں اور مسلسل بڑھتی ہوئی انڈسٹریز کے نتیجے میں ماحولیاتی اور صوتی آلودگی نے انسانی زندگی کیلئے کئی سنگین مسئلے کھڑے دیے ہیں۔ المیہ کی بات یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ آلودگی ہوا اور پانی میں ہی پائی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے آئے دن شہری معاشرے میں متعدی اور وبائی بیماریاں حملہ آور ہو جاتی ہیں۔ آپ کسی ماہر ماحولیات سے اس بابت پوچھ لیجئے وہ آپ کو وبائی امراض کیلئے آبی، ماحولیاتی اور صوتی آلودگی کو ہی راست طور پر ذمہ دار بتائیں گے۔ میٹروپالیٹن شہر و میں آلودگی کی بنیادی وجہ گاڑیوں اور صنعتی مشینوں سے نکلنے والے زہریلے کیمیکل ہیں۔ عالمی ادارۂ صحت نے اس کا مفصل سروے کر کے عوام کو صحتمند رہنے کیلئے مذکورہ بالا سبھی قسم کی آلودگیوں سے بچنے کا مشورہ دیا ہے۔ شہری ماحول میں جو خطرناک گیسیں اور کیمیکلز تباہی پھیلا رہے ہیں ان میں سلفر ڈائی آکسائید، کاربن مونو آکسائڈ جیسے زہریلے مادے کلیدی رول ادا کر رہے ہیں۔ پانی کی آلودگی کی عالمی ادارۂ صحت نے واضح الفاظ میں وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''قدرتی یا دیگر ذرائع سے پیدا ناپسندیدہ بیرونی مادہ کی وجہ سے پانی آلودہ ہوتا ہے'' اور وہ انتہائی زہریلے اور معمول کی سطح سے کم آکسیجن کی وجہ سے صحت بخش جراثیم کے لئے نقصان دہ ہو جاتا ہے، جو مہلک بیماریوں کو پھیلانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اس طرح پانی کی آلودگی کی وجہ سے جسمانی، کیمیائی اور حیاتیاتی خصوصیات میں بے اعتدالی ہو جاتی ہے، جو پانی کو مزید مہلک اور نقصاندہ بنانے معاون ثابت ہوتا ہے۔ لہذا ہمیں شہر کاری سے پہلے وہاں کی آب و ہوا کو آلودگی سے پاک رکھنے کیلئے منصوبہ بند طریقے سے پہلے ہی موئثر لائحہ عمل مرتب کرنا ہوگا اور اسی سے ہم اپنے شہروں کو صوتی، فضائی اور آبی آلودگی سے پاک کر کے صحتمند معاشرہ تشکیل دینے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔